Pathway to Ilm

Islamic Lifestyle & Motivation
PATHWAY TO ILM

ماہانہ نیوز لیٹر

شمارہ نمبر 11 | ذو القعدة 1446 / مئی 2025

ذوالقعدہ حج کی تیاریوں کا مہینہ

ذوالقعدہ اسلامی سال کا گیارہواں مہینہ ہے۔ یہ اُن چار مہینوں میں شمار ہوتا ہے جنہیں خالقِ کائنات نے حرمت و عظمت کا جامہ پہنایا اور جن کے بارے میں قرآن کریم نے فرمایا: مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ —— ان میں چار مہینے حرمت والے ہیں۔ یہ مہینے زمانۂ جاہلیت میں بھی متبرک سمجھے جاتے تھے اور اسلام نے اس قدیم تقدس کو برقرار رکھا۔ ان مہینوں میں جنگ و جدال کو ممنوع قرار دیا گیا تاکہ امن و امان کی فضا قائم رہے اور بالخصوص بیت اللہ کے زائرین اطمینان کے ساتھ اپنے سفرِ مقدس کی تکمیل کر سکیں۔ صحیح بخاری کی ایک معروف حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ، السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُو الْقَعْدَةِ، وَذُو الْحِجَّةِ، وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ (صحيح البخارى: 4662)

"زمانہ اپنی اصل حالت پر واپس آگیا ہے، جیسا کہ اس دن تھا جب اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔ سال بارہ مہینے پر مشتمل ہے، جن میں چار مہینے حرمت والے ہیں: تین مسلسل - ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم - اور ایک الگ - رجب، جو جمادی اور شعبان کے درمیان آتا ہے اور جسے مضر قبیلہ خاص طور پر مکرم جانتا تھا۔"

ذوالقعدہ ان مہینوں میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے امن کا مہینہ بنایا۔ یہ مہینہ گویا حج کا پیش خیمہ ہے۔ اہلِ ایمان اس میں اپنے باطن کو مکہ مکرمہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں، اور قافلے آہستہ آہستہ دیارِ حرم کی طرف روانہ ہونے لگتے ہیں۔ زمانۂ نبوت میں بھی اس مہینے کو سفرِ حج کے لیے موزوں سمجھا جاتا تھا کیونکہ حرمت کی فضاء دشمنوں کے حملوں سے حفاظت فراہم کرتی تھی۔

ذوالقعدہ کا مطلب لغوی اعتبار سے ہے: "بیٹھنے والا" یا "قرار پکڑنے والا"۔ گویا یہ مہینہ ہنگامہ آرائی سے کنارہ کشی، سکون و وقار، اور عبادت و بندگی کے لیے مخصوص ہے۔ اگرچہ اس مہینے میں کوئی خاص عبادات مسنون نہیں، مگر اس کی نسبت حج سے، اور امن و حرمت سے، اس کے مقام کو رفعت بخشتی ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض علاقوں میں اس مہینے کے ساتھ عجیب و غریب توہمات وابستہ کر دیے گئے ہیں۔ شادی بیاہ سے پرہیز کیا جاتا ہے، اور اس مہینے میں کسی خوشی کو منحوس خیال کیا جاتا ہے۔ یہ نظریات محض جہالت پر مبنی ہیں، اور دینِ اسلام کی تعلیمات سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں قیام کے دوران چار مرتبہ عمرہ ادا فرمایا، جن میں سے تین مرتبہ آپ نے ذوالقعدہ کے مہینے میں عمرہ ادا فرمایا، اور چوتھا عمرہ حجۃ الوداع کے ساتھ تھا۔ اگر یہ مہینہ بظاہر نحوست کا مظہر ہوتا، تو کیا اللہ کے محبوب ﷺ اسے عمرے جیسے بابرکت عمل کے لیے منتخب فرماتے؟ جو مہینہ نبی کا مہینہ ہو، جسے شریعت نے حرمت کا تاج پہنایا ہو، جس کے دامن میں امن، عبادت، تیاریِ حج اور اتباعِ سنت ہو —— اسے نحوست کا مہینہ کہنا، گویا روشن دن کو تاریک رات کہنے کے مترادف ہے۔ لہٰذا اہلِ ایمان کو چاہیے کہ وہ ذوالقعدہ کی عظمت کو پہچانیں، اس کی نسبتوں کا ادب کریں، اور بے بنیاد رسم و رواج سے اجتناب کرتے ہوئے دینِ حق کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو ترتیب دیں۔

ماخذ: مفتی محمد تقی عثمانی، اسلامی مہینے، صفحات: ۱۳۱—۱۳۲

جنت میں داخل ہونے کے 100 راستے

51 سوءِ حساب سے ڈرنے والا

52 اللہ جل جلالہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے صبر کرنے والا

53 اللہ کے راستے میں چھپ کر اور کھل کر خرچ کرنے والا

54 بُرائی کا جواب نیکی سے دینا

55 نفس مطمئنہ کا ہونا

حوالہ: جنت کے سو راستے از ڈاکٹر شبیر احمد

نماز توحید و رسالت کے بعد سب سے پہلا فریضہ

جب رسالت کا نور قلبِ مصطفیٰ ﷺ پر چمکا تو سب سے پہلی ہدایت جو عالمِ بالا سے نازل ہوئی وہ نماز اور وضو کی تعلیم تھی۔ گویا کہ توحید و رسالت کی شہادت کے بعد اولین عملی فریضہ جسے سکھایا گیا، وہ اقامتِ صلاۃ تھا۔

جبرائیل امین علیہ السلام تشریف لائے۔ آپ نے زمین پر اپنی ایڑی ماری، جس سے ایک چشمہ جاری ہو گیا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے اسی پانی سے وضو فرمایا اور رسولِ اکرم ﷺ نہایت غور سے یہ مناظر دیکھتے رہے۔ جب فرشتۂ وحی نے وضو مکمل کیا تو نبی کریم ﷺ نے ویسے ہی وضو کر کے اس عملی تعلیم کو اپنایا۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے دو رکعت نماز ادا کی، اور رسول اللہ ﷺ نے اُن کے ساتھ ساتھ نماز کی تمام حرکات کو دہرایا۔ گویا نماز کی ابتدائی عملی تربیت بذریعہ فرشتۂ وحی دی گئی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صلاۃ، اسلام کی بنیادوں میں کس قدر بنیادی اور بلند مقام رکھتی ہے۔

حضور ﷺ نے یہ نورانی تعلیم اپنے گھر تشریف لا کر سب سے پہلے اپنی رفیقِ حیات، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سکھائی۔ یوں اس گھر میں نماز کی صورت میں وحی کا پہلا فیض جاری ہوا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما، اپنے والد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ابتدائے وحی اور نبوت کے آغاز میں جبرائیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے اور مجھے وضو اور نماز کی تعلیم دی۔"

قرآن کریم نے بھی ابتدا ہی میں نماز کی تاکید ان الفاظ میں فرمائی:

وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ طَرَفَيِ ٱلنَّهَارِ

"اور نماز کو دن کے دونوں کناروں پر قائم رکھو" (سورۃ ہود: 114)

نیز سورۃ المزمل میں قیام اللیل یعنی تہجد کی نماز کو مشروع کیا گیا۔

اسلام کے ابتدائی زمانے میں فجر کے وقت دو رکعت اور مغرب کے وقت دو رکعت نماز فرض تھی۔ یہ سلسلہ کچھ عرصہ جاری رہا یہاں تک کہ شبِ معراج کی نورانی ساعتوں میں ربِّ ذوالجلال نے اپنے محبوب ﷺ کو بلا وا دے کر اپنے قرب کا انعام عطا کرتے ہوئے پانچ وقت کی نمازیں فرض فرما دیں —— جو کہ آج تک اُمتِ مسلمہ پر واجب ہیں، اور ہر بندۂ مؤمن کے لیے معراج کا دروازہ بنی ہوئی ہیں۔

ماخذ: مولانا محمد ادریس کاندھلوی، سیرت المصطفیٰ ﷺ، صفحات ۴۴–۴۵

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کہانی اور اطاعت و تسلیم کا سفر

سورۃ الصافات: آیات 83 تا 113

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو "اتباع کرنے والوں" میں سے قرار دے کر ایک روشن مثال کے طور پر پیش فرمایا:

"اور بے شک ابراہیم علیہ السلام بھی اُس کے پیروؤں میں سے تھے، جب وہ اپنے رب کے حضور قلبِ سلیم کے ساتھ حاضر ہوئے۔"

یہی وہ قلبِ سلیم ہے جس میں شرک، کدورت، دنیا پرستی اور غیر اللہ کی طرف ادنیٰ سا میلان بھی نہ ہو - خالص اللہ کی محبت، اخلاص، اور یقین سے لبریز۔

ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو دیکھا کہ وہ خود تراشیدہ بتوں کی پوجا میں مشغول ہیں، تو اُن سے بڑے درد اور فہم و حکمت سے سوال فرمایا: "یہ کیا چیزیں ہیں جن کی تم عبادت کرتے ہو؟ کیا اللہ کو چھوڑ کر جھوٹے معبود بنانا چاہتے ہو؟ پس ربّ العالمین کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے؟" یہی وہ لمحہ تھا جب ان کے دل میں اصلاحِ قوم کا درد ایک تدبیر میں ڈھلا۔ قوم ایک تہوار کی تیاری میں تھی اور ابراہیم علیہ السلام کو شرکت کی دعوت دی گئی، مگر آپ ؑ نے فرمایا: "میں علیل ہوں"۔

اگرچہ کچھ ضعفِ طبع ہو سکتا ہے، لیکن یہ قول دراصل "توریہ" تھا - ایسا کلمہ جس کا ظاہر کچھ اور ہو، اور مراد کچھ اور۔ آپ علیہ السلام کی نیت اس موقعے سے فائدہ اٹھا کر ان بتوں کو توڑنا تھی تاکہ قوم پر ظاہر ہو کہ یہ معبود کسی نفع یا نقصان کے مالک نہیں۔

جب وہ سب پیٹھ موڑ کر چلے گئے، تو ابراہیم علیہ السلام اُن کے معبودوں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: "کیا تم کھاتے کیوں نہیں؟ بولتے کیوں نہیں؟" پھر آپ نے دائیں ہاتھ سے اُن پر ضربیں لگائیں——اور اُن سب کو پاش پاش کر دیا۔ جب قوم لوٹی اور دیکھا کہ ان کے معبود خاک میں مل چکے ہیں، تو مشتعل ہو گئے۔ ابراہیم علیہ السلام نے برملا فرمایا: "کیا تم ان چیزوں کی عبادت کرتے ہو جنہیں تم خود تراشتے ہو؟ حالانکہ اللہ نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور تمہارے اعمال کو بھی۔" وہ عاجز آکر بولے: "اس کے لیے ایک بھٹی تیار کرواور اسے دہکتی آگ میں جھونک دو!" لیکن ربِ کائنات نے اُس آگ کو حکم دیا: "اے آگ! ابراہیم پر سرد اور سلامتی والی ہو جا!" اور وہ آگ جو دہکتی ہوئی شعلوں کا طوفان تھی، ابراہیم علیہ السلام کے لیے پھولوں کا بستر بن گئی۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: "اے میرے رب! مجھے ایک صالح فرزند عطا فرما۔" اللہ نے انہیں ایک بردبار بیٹے کی خوشخبری عطا کی -اور وہ تھے حضرت اسماعیل علیہ السلام۔

جب وہ بچہ ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہوا، تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: "بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں، تو تمہاری کیا رائے ہے؟" فرمانبردار بیٹا، اسماعیل علیہ السلام نے عرض کیا: "ابا جان! جو حکم آپ کو دیا جا رہا ہے، اسے بجا لائیے۔ ان شاءاللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔" جب دونوں نے خود کو اللہ کے حکم کے سامنے سربسجود کر دیا، اور ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا، تو غیب سے صدا آئی:

"اے ابراہیم! تم نے خواب کو سچ کر دکھایا۔ ہم نیکوکاروں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ بے شک یہ کھلا امتحان تھا۔"

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ایک عظیم قربانی کے بدلے میں بچا لیا -وہ دنبہ جو جنت سے نازل ہوا، اور جس کی سنت آج تک امتِ محمدیہ قربانی کی صورت میں ادا کرتی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحٰق علیہ السلام کی خوشخبری بھی دی اور فرمایا: "ہم نے ابراہیم اور اسحٰق دونوں پر برکتیں نازل کیں، اور ان کی نسل میں بعض صالح ہیں اور بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے۔"

اور قیامت تک کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد کو باقی رکھا: "سلام ہو ابراہیم پر! ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے مؤمن بندوں میں سے تھا۔"

ماخذ: معانیِ قرآنِ حکیم از مفتی محمد تقی عثمانی، جلد: ۳، صفحات: ۸۳۰—۸۳۲

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی فضیلت

جوں جوں مہینے حرام قریب آتے ہیں اور ایامِ حج سایہ فگن ہوتے ہیں، اہلِ ایمان کے دلوں میں اُن دو مقدس ترین شہروں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، جنہیں دینِ اسلام نے حرمت، محبت اور عظمت کا مرکز قرار دیا ہے -مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ۔

یہ دونوں شہر تمام روئے زمین پر سب سے زیادہ مقدس، برکتوں سے معمور اور روحانیت سے بھرپور مقام ہیں۔ ان کی فضیلت محض جغرافیہ یا تاریخ کی بنیاد پر نہیں، بلکہ وحیِ الٰہی، انبیائے کرام علیہم السلام کی نسبت، اور بالخصوص نبی مکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کی روشنی میں ہے۔ ہر مسلمان کے دل کی دھڑکن ان شہروں سے وابستہ ہے؛ ان کا ذکر ایمان کو تازگی بخشتا ہے اور ان کی زیارت قلب کو سکون عطا کرتی ہے۔

مکہ مکرمہ کی فضیلت

جب حرمت والے مہینے گزر کر موسمِ حج قریب آتا ہے، تو یہ ایک ایسا لمحہ ہوتا ہے جب ہمیں اسلام کے دو سب سے مقدس شہروں——مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ- کی اہمیت پر غور و فکر کرنا چاہیے۔ یہ دونوں شہر ہر مسلمان کے دل میں گہری محبت اور عقیدت کا مرکز ہیں، اور ان کی فضیلت ایسی ہے جو دنیا کے کسی بھی گوشے میں نہیں ملتی۔

مکہ مکرمہ وہ عظیم وادی ہے جو اپنی شان، بزرگی اور رتبے میں بے نظیر ہے، جس کا کوئی ہمسر نہ زمین پر ہے نہ آسمانوں میں۔ اس کی اہمیت صرف اس میں واقع مقدس شہروں اور اس کی سرزمین پر چھائی الٰہی حکمرانی سے نہیں، بلکہ اس کی بستی کے لوگوں کی خاص تخلیق اور اللہ کی خاص برکتوں سے بھی ہے۔ اسی بناء پر یہ شہر "ام القریٰ" یعنی تمام بستیوں کی ماں کہلایا ہے۔

مکہ مکرمہ وہ سرزمین ہے جہاں اللہ کے آخری نبی ﷺ کی پیدائش ہوئی اور جہاں موجود ہے وہ عظیم اور مقدس گھر، خانہ کعبہ، جو اللہ کی عبادت کے لیے زمین پر سب سے پہلا گھر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَـلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ

"یقیناً، لوگوں کے لیے پہلا گھر جو آباد کیا گیا وہ بکہ میں ہے، جو بابرکت ہے اور تمام جہانوں کے لیے ہدایت کا موجب ہے۔" (آل عمران: 96)

قرآنِ کریم میں مکہ کا قدیم نام "بکہ" مذکور ہے۔ بکہ اور مکہ دونوں ایک ہی مقدس مقام کے نام ہیں۔ ایک روایت میں عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ خانہ کعبہ اور اس کے گرد و نواح کو مکہ کہا جاتا ہے، جبکہ اس سے باہر کے علاقے کو بکہ۔ مکہ معظمہ کے کئی اسماء مشہور ہیں، جن میں "مکہ"، "بکہ"، "البیت العتیق" (قدیم گھر)، "البلد الأمین" (امن والا شہر)، "اُم القریٰ" (تمام بستیوں کی ماں)، "صلاح"، "المقدسۃ" (پاکیزہ سرزمین)، "الرأس" (سر) اور "الکعبہ" شامل ہیں۔ ان ناموں کی نسبت اس سرزمین کی عظمت، حرمت اور گناہوں سے تطہیر کی خاصیت کی طرف ہے۔

یہ آیت خانہ کعبہ کی بے مثال عظمت اور اس کی تمام دیگر مکانات پر برتری کو واضح کرتی ہے۔ کعبہ کی یہ غیر معمولی حیثیت چند اہم وجوہات کی بناء پر ہے: یہ زمین پر اللہ کا پہلا حقیقی گھر ہے، جس کی بنیاد سب سے پہلے انسانوں کی عبادت کے لیے رکھی گئی؛ یہ بے شمار برکتوں سے لبریز ہے، اور اس میں ہر مسلمان کے لیے ہدایت کا ذخیرہ پنہاں ہے۔ جیسا کہ حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"میری مسجد میں ایک نماز دوسری مساجد کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے، سوائے مسجد حرام کے، اور مسجد حرام میں ایک نماز دوسری جگہ کی سو ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔" (ابن ماجہ)

حضرت ﷺ نے مکہ مکرمہ کو نہ صرف ایک مقدس شہر بلکہ اللہ کی جانب سے ایک محفوظ پناہ گاہ بھی قرار دیا۔ فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ نے مکہ کو پناہ گاہ بنایا ہے جب سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور یہ شہر قیامت تک اسی کی حرمت میں محفوظ رہے گا جس کی اللہ نے اسے عزت دی ہے۔" (صحیح البخاری: 4313)

<u>مدینہ کے فضائل</u>

مدینہ نبی اکرم ﷺ کا شہر ہے جہاں آپ نے ہجرت فرمائی، جہاں آپ ﷺ کی آرام گاہ ہے اور جہاں سے اسلام کا پیغام دنیا بھر میں پھیلنا شروع ہوا۔ یہ وہ شہر ہے جس کی ہر گلی، ہر گوشہ میں محبت اور برکت کی خوشبو بستی ہے۔ مسجد نبوی کا یہ شہر نبی ﷺ کی سب سے بڑی محبت کا مرکز تھا۔

نبی ﷺ نے مدینہ کے لیے خاص دعا فرمائی:

"یا اللہ مدینہ کو مکہ سے زیادہ محبوب بنادے، یا اللہ اس کی صحت اور برکت میں اضافہ فرما، اور اس کی شدت گرمی کو الجحفۃ تک محدود کردے"۔ (صحیح البخاری: 3926)

ایک اور مقام پر نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص مدینہ میں مرنے کی توفیق پائے، وہ وہاں مرے، کیونکہ میں وہاں مرنے والوں کے لیے شفاعت کروں گا"۔ (الترمذی: 3917)

یہ دعا اور حدیث مدینہ کی بے مثال اہمیت اور نبی ﷺ کی مدینہ سے محبت کی گہرائی کو نہایت خوبصورتی سے بیان کرتی ہیں، جو ہر مسلمان کے دل میں مدینہ کے لیے محبت کی ایک خاص جگہ پیدا کرتی ہیں۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ کی مدینہ سے بے پناہ محبت اور گہرا تعلق ایسا تھا کہ آپ نے اپنی ساری زندگی اسی مقدس شہر میں گزار دی اور کبھی بھی اسے چھوڑا نہیں۔ آپ کی اس گہری وابستگی اور احترام کا عالم یہ تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے: "میں مدینہ سے باہر جانا نہیں چاہتا۔ میں یہاں زندہ رہنا چاہتا ہوں، اور یہاں مرنا چاہتا ہوں، اور اس کی پاک مٹی میں دفن ہونا چاہتا ہوں۔" آپ مدینہ سے باہر مرنا یا دفن ہونا ایک نقصان سمجھتے تھے۔ آپ اپنی ساری زندگی مدینہ کے حدود میں رہے اور صرف ایک بار حج کی فرضیت پوری کرنے کے لیے مکہ مکرمہ گئے۔ فرضیت ادا کرنے کے بعد آپ فوراً واپس مدینہ لوٹ آئے اور آخری وقت تک اسی شہر میں رہے۔ آخر کار آپ اسی محبوب شہر میں وفات پاگئے اور جنت البقیع میں آرام فرما ہیں۔

یہ حدیثیں ہمیں ان مقدس مقامات کی بے پناہ فضیلت ، برکت اور تقدس کی یاد دلاتی ہیں۔ جو لوگ حج پر جانے کا ارادہ رکھتے ہیں، ان کے لیے سب سے پہلا قدم یہ ہے کہ وہ مکہ اور مدینہ سے اپنی محبت کو بڑھائیں، کیونکہ یہ سفر زندگی کا سب سے اہم روحانی سفر ہوتا ہے۔

مراجع:

1. معارف القرآن، مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ، صفحہ: 117
2. تاریخ حج و حرمین، ڈاکٹر شبیر احمد، صفحہ: 17

تحریر: مولانا عبیر الحسن تھانوی